جامعہ احمدیہ کے افتتاح کے موقع پر خطاب

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

جامعہ احمدیہ کے افتتاح کے موقع پر خطاب

(فرمودہ ۲۰ مئی ۱۹۲۸ء)

تشہّد و تعوّذ اور تلاوت سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے فرمایا:-

آج کا دن شاید ہمارے لئے کوئی خصوصیت رکھتا ہے کہ اس دن بہت سی دعوتیں جمع ہو گئی ہیں۔ میرا خیال تھا ہم اس جگہ اس لئے آ رہے ہیں کہ دعا کر کے جامعہ احمدیہ کا افتتاح کریں۔ لیکن سامنے کے موڑ سے مُڑتے ہی معلوم ہو گیا کہ یہاں بھی نفسانی مجاہدہ ہمارا انتظار کر رہا ہے اور ابھی یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا' شام کو پھر ایک دعوت میں مدعو ہیں۔ اور ممکن ہے شام سے پہلے پہلے کوئی اور دعوت بھی انتظار کر رہی ہو۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ دن ہمارے لئے اَکُل و شُرب کا دن بن گیا ہے۔ اور رسول کریم ﷺ نے عید کے دن کی یہی تعریف فرمائی ہے۔

سو جس طرح خدا تعالیٰ نے اس دن میں بغیر اس کے کہ ہم ارادہ اور نیت کر کے پہلے سے انتظام کرتے خود اپنی طرف سے ہی ایسے سامان کر دیئے ہیں کہ اس دن کو ہمارے لئے عید کی طرح بنا دیا ہے۔ اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ واقعہ میں ہمارے لئے اسے عید بنا دے۔ جب خدا تعالیٰ نے اس دن میں عید سے ظاہری مشابہت پیدا کر دی ہے اور بغیر کسی انسانی ارادہ کے دخل کے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں' تو یہ اس کی شان کے خلاف ہے کہ کوئی ایسی چیز دے جو کام کی نہ ہو۔ ہم اس کی شان کو مدنظر رکھ کر یہی امید رکھتے اور اس سے یہی التجا کرتے ہیں کہ اس ظاہری عید کو حقیقی عید بنا دے۔ اس مُردہ میں روح پھونک دے' اس جسم میں سانس ڈال دے' اس بے بس مجسّمہ کو چلتی پھرتی چیز بنا دے تاکہ جس طرح ظاہری

طور پر اس دن نے عید سے حصہ پایا ہے' اسی طرح باطن میں بھی عید کی خصوصیات حاصل کر لے۔

ہمارے جو مبلّغ باہر جار ہے ہیں ان کے متعلق تو میں پہلے کچھ نصائح بیان کر چکا ہوں اور سمجھتا ہوں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے خود بھی ان کو نصائح کرنے میں فائدہ اٹھایا ہے۔ اور وہ یہ کہ جب میں تقریر کرنے کیلئے کھڑا ہوا تو بولنے کی طاقت نہ تھی۔ حرارت تھی' متلی ہو رہی تھی اور سر درد کی شکایت تھی۔ مگر تقریر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فضل کیا اور اب سوائے سر درد کے باقی آرام ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس طرح میں نے نصائح کرنے میں فائدہ اٹھایا ہے' اسی طرح مبلّغین ان کے سننے سے فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن اس دوسری تقریب کے متعلق جو مدرسہ احمدیہ نے ترقی کر کے جامعہ قائم ہونے کی کی ہے' کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کے کام وہ آپ ہی کرتا ہے۔ اور ایسی راہوں سے وہ اپنا کام کرتا ہے کہ انسان کے ذہن، فکر اور واہمہ میں بھی وہ نہیں آتیں۔ وہ وہاں سے سامان جمع کرتا ہے جہاں سے انسان کو امید ہی نہیں ہوتی۔ اور وہاں سے نتائج پیدا کرتا ہے جس طرف انسان کی نظریں نہیں اٹھ سکتیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تمام کاموں کے لئے اس نے کچھ قواعد رکھے ہوئے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کے کمال کے لئے ایک نظام کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ بہت لوگوں نے خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کر کے صفات کے مفرد پہلو پر غور کیا ہے۔ لیکن ان کے اجتماعی پہلو پر انہوں نے غور نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں خدا تعالیٰ رَبّ' رَحْمٰن' رَحِیْم' مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہے۔ مگر یہ غور نہیں کرتے کہ یہ تمام صفات ایک نظام کے اندر ہیں۔ اور ہر ایک صفت کے علیحدہ علیحدہ دائرے اور حلقے ہیں۔ اور ایک صفت دوسری صفت کے دائرہ کو قطع نہیں کرتی۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہر ایک صفت اپنے دائرہ میں چلتی ہے تو لازماً یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ کمال کی صفات میں سے ایک نظام کی صفت بھی ہے۔ یعنی نظام کا کامل ہونا بھی اس کی صفات میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے میری سنت تبدیل نہیں ہوتی۔ اور جہاں خدا تعالیٰ باوجود طاقت کے فرماتا ہے میں ایسا نہیں کروں گا' پھر وہ نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفی میں بھی قدرت پائی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا تعالیٰ اپنے متعلق کیوں یہ

فیصلہ کرتا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ پس جس طرح کوئی بات کرنا خدا تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتا ہے' اسی طرح موقع اور محل کا لحاظ رکھتے ہوئے کوئی فعل نہ کرنا بھی خدا تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے بھی قانون مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ان قوانین میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی کام کے لئے اس نے جو رستے اور طریق مقرر کئے ہیں اگر ان پر چلا جائے تو بابرکت نتائج نکلتے ہیں اور اگر نہ چلا جائے تو ایسے بابرکت نتائج نہیں نکلتے جیسی امید رکھی جاتی ہے۔ پس اس میں شُبہ نہیں کہ سب کام خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے مگر اس میں بھی شُبہ نہیں ہے کہ مقررہ قانون کے مطابق انسان کے لئے کوشش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس میں شُبہ نہیں خدا تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے متعلق فرمایا۔ **مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی**[1] خدا تعالیٰ نے بدر کے موقع پر جو برکت نازل کی اور مخالفوں کو شکست ہوئی' اس کے متعلق فرمایا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے نہیں پھینکا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا جب کہ تم نے پھینکا تھا۔ اگر سارا کام خدا تعالیٰ نے ہی کرنا تھا تو پھر **اِذْ رَمَیْتَ** کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس موقع پر خدا تعالیٰ نے نصرت دی۔ اور ایسی نصرت دی کہ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ **وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی** سب کچھ خدا نے ہی کیا تھا۔ مگر اس کے ساتھ **اِذْ رَمَیْتَ** کہنا بتاتا ہے کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پھینکا' خدا تعالیٰ نے بھی نہیں پھینکا تھا۔ بے شک نتیجہ خدا کے پھینکنے سے نکلا مگر اس وقت جب **رَمَیْتَ** ہوا۔ یعنی جب رسول کریم ﷺ نے پھینکا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے بحر کو پھاڑا مگر اس وقت جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے کہنے پر سونٹا مارا۔ پھاڑا تو خدا نے تھا مگر پھاڑنے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے وابستہ کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے کوشش کرو پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے نتائج نکلیں گے۔

غرض تمام کاموں کے لئے خواہ وہ روحانی ہوں یا جسمانی' یہ قاعدہ مقرر ہے کہ مقدور بھر کوشش کرو۔ اپنی طرف سے کوتاہی نہ کرو' پھر جو کمی رہ جائے گی وہ خدا تعالیٰ پوری کر دے گا۔ اسی قانون کے ماتحت ضروری ہے کہ سلسلہ کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے ایسی جماعت تیار کی جائے جو ہمیشہ کے لئے سلسلہ کے مذہبی اور تبلیغی کاموں کی اپنے آپ کو حامل سمجھے۔ ایسی جماعت تیار کرنا بدعت نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ ایک گم شدہ چیز ہے جسے اس زمانہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم کیا۔ قرآن کریم میں صاف الفاظ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [2] اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ [3] کہ تمام کے تمام لوگ چونکہ مرکز میں نہیں پہنچ سکتے' اس لئے چاہئے کہ وہ اپنے میں سے ایک جماعت اس کام کے لئے وقف کر دیں کہ جو دین سیکھے اور پھر جا کر دوسروں کو سکھائے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ یہ مدرسہ رسول کریم ﷺ کے وقت سے قائم ہے اور قرآن کریم نے قائم کیا ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آ کر وسعت دی۔ بے شک آپ سے پہلے عربی مدارس قائم تھے مگر وہ پرانے کالجوں کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں۔ یہ ایسے ہی کالج تھے جیسے اس وقت گورنمنٹ کالج ہیں۔ سو اگر موجودہ گورنمنٹ کی حالت گر جائے تو سَو سال کے اندر اندر ان کالجوں کی وہی حالت ہو جائے گی جو عربی مدارس کی اَب ہے۔ جن عربی کالجوں کی یہ بگڑی ہوئی شکلیں ہمارے زمانہ میں موجود ہیں' وہ اسی طرح کے کالج تھے جس طرح کے حکومت کے اس وقت ہیں۔ یعنی دنیوی کاروبار کے لئے ان میں لوگوں کو تیار کیا جاتا تھا نہ کہ تبلیغ کیلئے تعلیم دی جاتی تھی وہی تعلیم اب تک چلی جا رہی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان مدارس میں سے نکلے ہوئے اکثر لوگ ایسے ہونگے جو قرآن نہ جانتے ہوں گے۔ ایسے مولوی یوں تو زمین آسمان کے قلابے ملائیں گے لیکن جب ان کے سامنے کوئی آیت پیش کر کے کہا جائے گا کہ اس کا مطلب بتاؤ تو کہیں گے اس کے لئے تفسیر دیکھنی چاہئے۔ مطلب یہ کہ اس نے قرآن پڑھا ہوا ہی نہ ہو گا اور قرآن کے معنی نہیں آتے ہونگے۔ کسی نے اپنے شوق سے پڑھ لیا تو پڑھ لیا' ورنہ ان مدارس میں پڑھایا نہیں جاتا۔

غرض یہ مدارس تبلیغی نہ تھے بلکہ دنیوی کالج تھے۔ جیسے گورنمنٹ کالج' خالصہ کالج' ڈی۔اے۔وی کالج ہیں۔ ان مدارس میں پڑھنے والوں کو ملازمتیں ملتی تھیں۔ وہ دنیوی کاروبار میں اس تعلیم سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ وہ مدرسہ جو تبلیغ اسلام کی خاطر اور اشاعتِ اسلام کو مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا اور جس کی غرض وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ۔ الخ کی مصداق جماعت پیدا کرنا تھی وہ یہی مدرسہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے قائم کیا اور جو ترقی کر کے اب جامعہ بن رہا ہے عربی مدارس میں بے شک حدیث پڑھائی جاتی تھی مگر اس لئے نہیں کہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ والی جماعت پیدا ہو۔ بلکہ اسے ایک علم سمجھا جاتا اور اس لئے پڑھایا جاتا کہ اس سے مفتی اور قاضی بننے میں مدد مل سکتی تھی اور نوکری مل جاتی تھی۔ اسی طرح فقہ پڑھاتے مگر اس لئے نہیں کہ غیر مسلموں کو مسلمان بنا کر انہیں اسلامی امور سمجھائیں گے بلکہ اس لئے کہ مفتی اور قاضی نہ بن سکیں گے اگر یہ نہ پڑھیں گے۔ یہ ایسی ہی تعلیم تھی جیسی آج کل لاء (LAW) کالج کی ہے۔ اس کی غرض یہ نہیں کہ قانون کی آگے تبلیغ کی جائے گی' بلکہ یہ ہے کہ ملازمت حاصل ہو۔ پس وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ کو مسلمانوں نے کئی سَو سال سے بھلا رکھا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے ایسا سکول جاری کیا تھا اور آپ اس میں پڑھاتے رہے' بعد میں چند صحابہ نے اسے جاری رکھا۔ جب وہ قوم ختم ہو گئی تو وہ مدرسہ بھی ختم ہو گیا۔ پھر یہ دنیوی علوم بن گئے یعنی محض دنیوی فوائد کے لئے پڑھے جانے لگے' اشاعت اسلام ان کے پڑھنے کی غرض نہ رہی۔ اب اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ فضیلت اور رتبہ دیا اور ہمیں اس پر فخر کرنا چاہئے کہ تیرہ سو سال کے بعد ہمیں اس آیت پر عمل کرنے کی توفیق خدا تعالیٰ نے دی۔ خدا تعالیٰ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد اور ہدایت کے ماتحت مدرسہ احمدیہ قائم کیا گیا تا کہ اس میں ایسے لوگ تیار ہوں جو وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ۔ الخ کے منشاء کو پورا کرنے والے لوگ ہوں۔ بے شک اس مدرسہ سے نکلنے والے بعض نوکریاں بھی کرتے ہیں مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص ایک ہی کام کا اہل نہیں ہوتا۔

انگریزوں میں بہت سے لوگ قانون پڑھتے ہیں مگر لاء کالج سے نکل کر سارے کے سارے بیرسٹری کا کام نہیں کرتے بلکہ کئی ایک اور کاروبار کرتے ہیں تو اس مدرسہ سے پڑھ کر نکلنے والے کئی ایسے ہوتے ہیں جو ملازمتیں کرتے ہیں۔ مگر یہ اس لئے نہیں بنایا گیا کہ اس سے تعلیم حاصل کرنے والے نوکریاں کریں۔ بلکہ اصل مقصد یہی ہے کہ مبلّغ بنیں۔ اب یہ دوسری کڑی ہے کہ ہم اس مدرسہ کو کالج کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ تبلیغ کے لحاظ سے یہ کالج ایسا ہونا چاہئے کہ اس میں نہ صرف دینی علوم پڑھائے جائیں بلکہ دوسری زبانیں بھی پڑھائی ضروری ہیں۔ ہمارے جامعہ میں بعض کو انگریزی بعض کو جرمنی بعض کو سنسکرت بعض کو

فارسی بعض کو روسی بعض کو سپینش وغیرہ زبانوں کی اعلیٰ تعلیم دینی چاہئے۔ کیونکہ جن ملکوں میں مبلّغوں کو بھیجا جائے' ان کی زبان جاننا ضروری ہے۔ بظاہر یہ باتیں خواب و خیال نظر آتی ہیں۔ مگر ہم اس قسم کی خوابوں کا پورا ہونا اتنی بار دیکھ چکے ہیں کہ دوسرے لوگوں کو ظاہری باتوں کے پورے ہونے پر جس قدر اعتماد ہوتا ہے' اس سے بڑھ کر ہمیں ان خوابوں کے پورے ہونے پر یقین ہے۔ ہم نے دنیا کی صاف اور واضح باتوں کو اکثر جھوٹا ثابت ہوتا دیکھا ہے مگر ان خوابوں کو ہمیشہ پورا ہوتا دیکھتے ہیں۔ انہی خوابوں میں سے ایک خواب یہ بھی تھا کہ اس میدان میں جہاں آج یہ جلسہ ہو رہا ہے' دن کے وقت کوئی اکیلا نہ آسکتا تھا اور کہا جاتا تھا یہاں جن رہتے ہیں۔ یہ جگہ جہاں یہ کوٹھی ہے' جہاں یہ سرسبز باغ ہے' جہاں سینکڑوں آدمی چلتے پھرتے ہیں' یہاں سے کوئی شخص گذرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ کیونکہ سمجھا جاتا تھا یہاں جن رہتے ہیں۔ مگر اس جگہ کے متعلق خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھایا کہ یہاں شہر بس رہا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب قادیان کی دیواروں کے ساتھ پانی کی لہریں ٹکراتی تھیں۔ جب قادیان کی زندگی احمدیوں کے لئے اس قدر تکلیف دہ تھی کہ مسجد میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے آنے سے روکا جاتا۔ راستہ میں کیلے گاڑ دیئے جاتے تاکہ گذرنے والے گریں۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا مجھے دکھایا گیا ہے یہ علاقہ اس قدر آباد ہوگا کہ دریائے بیاس تک آبادی پہنچ جائے گی اس وقت کس کے ذہن میں یہ بات آسکتی تھی کہ قادیان کی بستی ترقی کر سکے گی۔ یہ ویران جنگل جہاں جنّات پھرتے تھے' جنّ یہی تھے کہ چور چکار لوگوں کو لوٹتے مارتے تھے اور لوگوں نے سمجھ لیا تھا یہاں جنّات رہتے ہیں۔ تو جہاں جنّات پھرتے تھے کس کو توقع ہو سکتی تھی کہ یہاں فرشتے پھرا کریں گے۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ ابلیس فرشتہ تھا جو بگڑ کر ابلیس بن گیا۔ یہ جھوٹ مشہور ہے مگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ جو ابلیس تھے' فرشتے بن گئے۔ فرشتے کا ابلیس بننا جھوٹی کہانی ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہم نے جنوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ملائکہ بنتے اور ابلیس کو فرشتہ بنتے دیکھا ہے۔ ہم نے ان ویرانوں کو آباد ہوتے دیکھا ہے جن کی طرف آنے کا کوئی رُخ بھی نہ کرتا تھا۔ غرض ہم نے ایک ایک بات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھی۔ اور اس وقت کے لحاظ سے نہ کہ آئندہ کے لحاظ سے ترقی کی آخری کڑی جو ریل ہے'

وہ بھی عنقریب آنے والی ہے۔ اس کے آنے میں سب سے بڑا حصہ قادیان کا ہے۔ رپورٹ جو گورنمنٹ میں پیش کی گئی، اس میں یہی لکھا تھا کہ قادیان میں کثرت سے لوگ آتے ہیں، اس لئے اس ریلوے لائن کا بننا مفید ہوگا۔ پس یہ ریل قادیان کے سبب اور قادیان کی وجہ سے بن رہی ہے۔

جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کی ترقی کا اعلان کیا، اُس وقت ان چیزوں کا خیال کس کو ہو سکتا تھا۔ اور ریل کا خیال تو ایسا ہے کہ پچھلے سال تک بھی کسی کو خیال نہ تھا کہ اتنی جلدی بننا شروع ہو جائے گی۔ زیادہ سے زیادہ یہ خیال تھا کہ چھ سات سال تک بن سکے گی، مگر خدا تعالیٰ نے آناً فاناً اس کے بننے کے سامان کر دئے۔

پس یہ خوابیں ہیں جو ہم نے پوری ہوتی دیکھیں اور بعض ایسی خوابیں ہیں جو ابھی پوری نہیں ہوئیں اور بعض ایسی ہیں جو مستقبل بعید سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے پورا ہونے کے متعلق اندازہ لگانے سے ہم قاصر ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہمیں اس قدر خوابیں پوری کر کے دکھا دی ہیں کہ ہم پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ جو ابھی پوری نہیں ہوئیں وہ بھی ضرور پوری ہونگی۔ گو اس وقت اس بات کو بھی خواب و خیال ہی سمجھا جائے کہ اس کالج میں ہر زبان کے پروفیسر مقرر ہوں جو مختلف ممالک کی زبانیں سکھائیں۔ اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ ہر ملک کے لئے مبلّغ نکلیں۔ لیکن یہ ایک دن میں ہو جانے والی بات نہیں ہے۔ ابھی آج تو ہم اس کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ مدرسہ احمدیہ کے ساتھ بھی مبلّغین کی کلاس تھی مگر اس میں شبہ نہیں کہ ہر چیز اپنی زمین میں ہی ترقی کرتی ہے۔ جس طرح بڑے درخت کے نیچے چھوٹے پودے ترقی نہیں کرتے، اسی طرح کوئی نئی تجویز دیرینہ انتظام کے ساتھ ترقی نہیں کر سکتی۔ اس وجہ سے جامعہ کے لئے ضروری تھا کہ اسے علیحدہ کیا جائے۔ اس کے متعلق میں نے ۱۹۲۴ء میں صدر انجمن احمدیہ کو لکھا تھا کہ کالج کی کلاسوں کو علیحدہ کیا جائے اور اسے موقع دیا جائے کہ اپنے ماحول کے مطابق ترقی کرے۔ آج وہ خیال پورا ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ یہی چھوٹی سی بنیاد ترقی کر کے دنیا کے سب سے بڑے کالجوں میں شمار ہوگی۔

اس موقع پر میں ان طلباء کو بھی توجہ دلاتا ہوں جو اس میں داخل ہوئے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔ ان کے سامنے عظیم الشان کام اور بہت بڑا مستقبل ہے۔ وہ عظیم الشان عمارت کی پہلی اینٹیں ہیں اور پہلی اینٹوں پر ہی بہت کچھ انحصار ہوتا ہے۔ ایک شاعر نے

کہا تھا۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اگر معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھے تو ثریا تک دیوار ٹیڑھی ہی رہے گی۔ جتنی اونچی دیوار کرتے جائیں اتنی ہی زیادہ ٹیڑھی ہوگی۔ گو کالج میں داخل ہونے والے طالب علم ہیں اور نظام کے لحاظ سے ان کی ہستی ماتحت ہستی ہے لیکن نتائج کے لحاظ سے اس جامعہ کی کامیابی یا ناکامی میں ان کا بہت بڑا دخل ہے۔ یہ تو ہم یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کے کام ترقی کرتے جائیں گے مگر ان طلباء کا ان میں بہت بڑا دخل ہوگا۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ اپنے جوش اپنے اعمال اور اپنی قربانیوں سے ایسی بنیاد رکھیں کہ آئندہ جو عمارت تعمیر ہو اس کی دیواریں سیدھی ہوں' ان میں کجی نہ ہو۔ ان کے سامنے ایک ہی مقصد اور ایک ہی غایت ہو اور وہ یہ کہ اسلام کا اعلاء ہو۔ اس جامعہ سے پڑھ کر نکلنے والے سارے کے سارے دین کی خدمت میں نہیں لگائے جاسکیں گے' ان میں سے بعض ہی لگ سکیں گے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک اپنا یہ مقصد اور غایت قرار دے سکتا ہے کہ وہ جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد اسلام کی اشاعت کے لئے کام کرے گا۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ انسان مبلّغ ہی ہو' پہلے بھی اسلام اسی طرح پھیلا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ نے اپنا کاروبار نہ چھوڑ دیا تھا۔ وہ اپنے کام بھی کرتے اور ساتھ ہی اشاعت اسلام میں رسول کریم ﷺ کی مدد بھی کرتے تھے۔ تو وہ سکتا ہے کہ جامعہ کے بعض طلباء کو تبلیغ کے کام پر نہ لگایا جا سکے۔ ان میں بطور مبلّغ تبلیغ کرنے کی قابلیت نہ ہو یا کوئی اور مجبوریاں ہوں۔ ان تمام صورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جامعہ کے طلباء کو ایک ہی مقصد اپنی زندگی کا قرار دینا چاہئے اور وہ تبلیغ اسلام ہے۔ خواہ عمل کے کسی میدان میں جائیں' کوئی کام کریں' اپنے حلقہ میں تبلیغ اسلام کو نہ بھولیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح کام کرنے والوں میں سے کئی تبلیغ کے لئے زندگی وقف کرنے والوں میں سے بعض سے زیادہ عمدہ طور پر تبلیغ کا کام کریں۔ پس ان کو ایک ہی مقصد اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور وہ تبلیغ اسلام ہے۔ اور ان کا یہی موٹو ہونا چاہئے کہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا

فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ۔

میرے نزدیک ان آیتوں کو لکھ کر کالج میں لگا دینا چاہئے تاکہ طالب علموں کی توجہ ان کی طرف رہے۔ اور انہیں معلوم رہے کہ ان کا مقصد اور مدعا کیا ہے۔ اس کے بعد میں تمام دوستوں سے جو یہاں جمع ہوئے ہیں' خواہش کرتا ہوں کہ میرے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس جامعہ میں برکت دے۔ اور ان طالب علموں کے لئے جن سے ہماری بہت سی امیدیں وابستہ ہیں' جن کے چہروں سے ہم اپنا مستقبل پڑھتے ہیں' انہیں اس سفر میں جو ماریشس اور امریکہ جانے والے مبلّغوں سے بھی لمبا ہے کیونکہ یہ چند دن کا سفر ہے مگر ان کا زندگی بھر کا بلکہ اس زندگی سے بعد کا بھی سفر ہے' اس میں خدا تعالیٰ ان کا حامی اور ناصر ہو اور انہیں توفیق عطا کرے کہ جو مقصد اور مدعا انہوں نے اس کے حکم کے ماتحت چنا ہے اور حکم بھی وہ ہے جو آخری حکم ہے اور جس کے بعد کوئی حکم نازل نہیں ہو گا' اس میں کامیاب کرے۔

(الفضل ۱۳۔ اگست ۱۹۲۸ء)

---

[۱] الانفال:۱۸ [۲] اٰل عمران:۱۰۵ [۳] التوبۃ:۱۲۲